شخصیّات

اقبالؒ ۔ روابطِ فوق کے حوالے سے

ڈاکٹر محمد اجمل نیازی

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved
©2002-2006

اقبالؒ اور فوق کا ذکر جب آئے گا، کشمیر کے توسط سے آئے گا۔ دونوں سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ دونوں لاہور کی خاک میں خوابیدہ ہیں، جہاں ادب کے روشن ستارے بنے۔ لیکن جہاں تک کشمیر اور کشمیریات کے مطالعے کا تعلق ہے، اُنھوں نے تحریری طور پر فوق کی فوقیت کو تسلیم کیا۔ فوق کو یاد کر کے ہم اقبالؒ کی یاد کا بھی حق ادا کرتے ہیں، اور اُس والہانہ پن کا بھی جس نے ان دونوں رہروانِ محبت کو ایک دوسرے کے لیے بیقرار رکھا۔ دونوں کا دُکھ اس لحاظ سے بھی مشترک تھا کہ اُن کا محبوب وطن غیروں کے قبضے میں تھا، اُن کے ظلم و ستم کے پنجے میں تڑپ رہا تھا۔ اقبال پکار اُٹھے ؎

توڑ اُس دستِ جفاکیش کو یارب جس نے
روحِ آزادیٔ کشمیر کو پامال کیا

©2002-2006

منشی محمد الدین فوق اور علامہ اقبال قریب ترین دوستوں میں شمار کیے جاتے ہیں۔ وہ کشمیری ہونے کے علاوہ سیالکوٹ (پنجاب) میں بھی ہم وطن تھے۔ دونوں محبت کے ایک ہی رشتے میں بندھے ہوئے تھے۔ اُن کو اپنے آبائی وطن کشمیر سے والہانہ عشق تھا۔ وہ اس راستے کے ہمسفر تھے۔ بقول اقبال

"ہم وطن غربت میں آکر مل گئے"

اس وابستگی نے رفاقت کی شکل اختیار کر لی۔ اس اخلاص و محبت کا نتیجہ یہ نکلا کہ کشمیریوں کی تنظیم و اصلاح اور بیداری کے لیے انجمن کشمیری مسلمانان اور مسلم کشمیری کانفرنس کے ذریعے دونوں نے مل کر کام کیا۔ دونوں ملی احساس کے شاعر تھے۔ اقبال اور فوق نے شاعری میں فصیح الملک مرزا داغ دہلوی کی شاگردی اختیار کی اور لاہور کے مشاعروں میں بھی دونوں نے ایک ساتھ شرکت کی۔ وہ ایک دوسرے کے مزاج اور مذاق کو بخوبی جانتے تھے۔

۱۹۰۵ء میں علامہ اقبال اعلیٰ تعلیم کے لیے ولایت تشریف لے گئے۔ ۱۹۰۸ء میں پی ایچ ڈی اور بیرسٹری کی سند لے کر واپس آئے تو چند روز کے لیے سیالکوٹ چلے گئے۔ فوق مرحوم نے مزاج پرسی کے لیے خط لکھا تو ۲۹۔ اگست ۱۹۰۸ء کو یہ جواب ملا:

ڈیئر فوق ــــ السّلام علیکم!

آپ کا نوازش نامہ مجھے کل ملا۔ میں ایک دو روز کے لیے

بغرضِ مشورہ لاہور گیا تھا کیونکہ وہیں کام شروع کرنے کا ارادہ ہے "کشمیری میگزین" دیکھتا ہوں۔ اس میں جو کامیابی آپ کو ہوئی اور ہو رہی ہے، اس کے لیے مبارک باد دیتا ہوں اور جو کچھ آپ گاہے گاہے میری نسبت اپنے کالموں میں تحریر فرماتے ہیں، اس کا شکریہ ادا کرتا ہوں[1]۔"

ایک اور خط میں لکھتے ہیں:

"آپ جموں کے رستے (کشمیر) جائیں تو ضرور سیالکوٹ تشریف لائیں تاکہ مجھے آپ کی دوستانہ قدر و منزلت کرنے کا موقع ملے۔ افسوس ہے کہ میں ابھی کچھ عرصہ تک آپ کے لیے کچھ نہ لکھ سکوں گا کیونکہ قانونی کتب کی طرف متوجہ ہوں۔ چونکہ اس کام کو شروع کیا ہے اس واسطے ارادہ ہے کہ اس کو حتی الامکان پورے طور پر کروں۔ روٹی تو خدا ہر ایک کو دیتا ہے، میری آرزو ہے کہ میں اس فن میں کمال پیدا کروں۔ آپ بھی دعا کریں کہ خدا تعالیٰ اس مہم میں میرا شاملِ حال ہو۔

انشاء اللہ نومبر میں لاہور آ کر مستقل طور پر کام شروع کروں گا۔ اس وقت آپ سے خوب ملاقاتیں ہوا کریں گی جیسے پہلے کبھی ہوا کرتی تھیں ــــــ اور میں "کشمیری میگزین" کی ترقیِ اشاعت کے لیے بھی چند باتیں آپ سے کروں گا۔

باقی خیریت ہے۔"

والسلام:

محمد اقبال[2]

از شہر سیالکوٹ ۲۹۔ اگست ۱۹۰۸ء

فوق صاحب اپنی یادداشت میں لکھتے ہیں کہ:

"بیرسٹری پاس کر کے آنے کے بعد ڈاکٹر اقبال نے پہلے پہل موہن لال روڈ (اردو بازار) پر ایک کوٹھی کرایہ پر لی۔ یہ کوٹھی گلاب سنگھ کے چھاپہ خانہ کے پاس تھی۔ میں ملنے گیا تو خلافِ معمول یہ خیال کر کے کہ

شاید ولایت جاکر حالات بدل گئے ہوں اور سیدھا دندناتے ہوئے چلے جانا گستاخی میں داخل ہو، اپنا وزِٹنگ کارڈ ان کے آدمی کو دیا۔ آدمی واپس آیا اور کہنے لگا ـــ "فرماتے ہیں۔ ابھی فرصت نہیں۔ ذرا تشریف رکھیے"۔

چنانچہ چار پانچ منٹ کے بعد بلا لیا۔ میں نے کہا:

"حضرت! یہ کیا؟"

فرمایا۔ "آپ خود ہی سوچیں آپ نے کیا کیا؟ ایک بے تکلف دوست تکلف کرے تو یہی سلوک ہونا چاہیے ورنہ آپ کے لیے تو میں اس شعر کی صورت میں حاضر ہوں ؎

بصحنِ گلشنِ ما صورتِ بہار بیا
کشادہ دیدۂ گل بہرِ انتظارِ بیا[۲]

ایک دفعہ فوق صاحب علامہ اقبال کے ہاں گئے۔ وہ ان دنوں انارکلی میں رہتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب دردِ ریح یا دردِ گردہ سے بے حال تھے۔ بہت مضطرب اور بے چین تھے بلکہ تکلیف کی شدت سے اشکبار تھے۔ فوق صاحب نے کہا:

"ڈاکٹر صاحب! یہ کیا؟"

کہا ـــ "اللہ میاں سے بصد عجز و الحاح کہہ رہا ہوں کہ بارِ الٰہی اگر دوزخ سے نجات دینا ہے تو بے شک اس تکلیف میں مبتلا رکھ ورنہ اس عذاب سے نجات دے"۔

فوق صاحب نے کہا:

"اس حال میں بھی خدا سے راز و نیاز کی باتیں ہو رہی ہیں!"

مئی ۱۹۱۰ء میں فوق صاحب اور منشی وجاہت جھنجھانوی نے ایک ہی طرح پر غزلیں لکھیں۔ دونوں علامہ اقبال کے پاس گئے اور ان کو اپنا کلام سنایا۔ اس اثنا میں ان کے پاس منشی طاہر الدین آئے اور کہا:

"ایک مؤکل آیا ہے اور آپ سے ملنا چاہتا ہے"۔

فرمایا ـــ "اس کو بٹھاؤ۔ یہاں سے فارغ ہو کر اس کو بلاؤں گا"۔

فوق صاحب نے کہا ـــ "بابا! پہلے پیٹ کا دھندا کرنا چاہیے۔ یہ شغل تو ہوتا رہتا ہے"۔

All rights reserved ©2002-

فرمایا — "یہی شغل تو غذائے روح ہے، روح زندہ ہے تو سب کچھ ہے۔ موکل اگر میرا نام سن کر آیا ہے تو وہ کہیں بھاگ نہیں جائے گا۔"
چنانچہ فوق صاحب اور وجاہت صاحب کے بعد علامہ نے اپنا کلام سنایا اور پھر مجلس برخاست ہوئی۔[۴]

محمد یوسف ٹینگ لکھتے ہیں:

"اقبال اور فوق کا ذکر جب آئے گا، کشمیر کے توسط سے آئے گا۔ دونوں سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ دونوں لاہور کی خاک میں خوابیدہ ہیں۔ جہانِ ادب کے روشن ستارے بنے لیکن جہاں تک کشمیر اور کشمیریات کے مطالعے کا تعلق ہے، انہوں نے تحریری طور پر فوق کی فوقیت کو تسلیم کیا۔ فوق کو یاد کر کے ہم اقبال کی یاد کا بھی حق ادا کرتے ہیں اور اس والہانہ پن کا بھی جس نے ان دونوں رہرواں محبت کو ایک دوسرے کے لیے بے قرار رکھا۔ دونوں کا دکھ اس لحاظ سے بھی مشترک تھا کہ ان کا محبوب وطن غیروں کے قبضے میں تھا۔ ان کے ظلم و ستم کے پنجوں میں تڑپ رہا تھا۔ اقبال پکار اٹھے ؎

توڑ اس دستِ جفاکیش کو یارب جس نے
روحِ آزادیِ کشمیر کو پامال کیا

اور فوق نے شعر کہے ؎

بے یار و مددگار کی جو یار رہی ہے
اس قوم کا اب کوئی نہیں پوچھنے والا؟
اکسیر کو تقدیر نے گو خاک بنایا
یہ خاک بنا دے گی کبھی جم کا پیالا[۵]"

مولانا محمد عبداللہ قریشی نے اقبال اور فوق کے تعلقات کا ذکر کیا ہے جو ان کی کتاب "حیاتِ اقبال کی گمشدہ کڑیاں" میں دیکھا جا سکتا ہے۔

مختصر یہ ہے کہ اقبال کی زندگی کا کوئی قابلِ ذکر واقعہ ایسا نہیں جس کا ذکر فوق نے اپنے اخباروں، رسالوں اور کتابوں کے اوراق میں نہ کیا ہو۔ اس سلسلے میں انہیں اوّلیت کا درجہ حاصل ہے۔

ڈاکٹر جاوید اقبال نے "زندہ رود" جلد اوّل میں اقبال کے حالات لکھتے ہوئے جگہ جگہ فوق کے حوالے دیے ہیں۔ وہ دیباچے میں لکھتے ہیں:

"اقبال کے اپنے احباب میں سب سے پہلے ان کے حالاتِ زندگی پر مضمون فوق صاحب نے لکھا جو "حالاتِ اقبال" کے عنوان سے "کشمیری میگزین" لاہور اپریل ۱۹۰۹ء میں شائع ہوا۔"[۶]

فوق صاحب نے غزلوں کے تین چار گلدستے "بہارِ گلشن" کے نام سے شائع کیے۔ ہر ایک میں اقبال کی تین چار غزلیں ان کی اجازت سے درج کیں۔ ایک گلدستے میں اقبال کا مختصر تعارف بھی کرایا جو ذیل میں نقل کیا جاتا ہے:

"شیخ محمد اقبال (ایم اے) تخلص اقبال، وطن سیالکوٹ، ابھی بالکل نوجوان ہیں۔ عمر چھبیس سال کے قریب ہے۔ عربی، فارسی، انگریزی میں مکمل استعداد رکھتے ہیں۔ حضور ملکہ معظمہ کے انتقال پُرملال پر آپ نے جو دل گداز نظم "اشکِ خوں" لکھی، گورنمنٹ پنجاب نے اپنی طرف سے اس کی کئی ہزار کاپیاں مختلف زبانوں میں چھپوائیں۔ فصیح الملک حضرت داغ سے اصلاح لیتے ہیں ــــ انگریزی خیالات کو اردو شاعری میں بڑی خوبی سے ظاہر کرتے ہیں۔ آجکل قائم مقام پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور میں۔"[۷]

یہ مختصر نوٹ "گلشنِ نوبہار" جلد دوم کے صفحہ ۳۶ پر درج ہے۔ اس کتاب پر سالِ اشاعت موجود نہیں مگر تحقیق کرنے پر ثابت ہوا کہ یہ کتاب ۱۹۰۱ء میں شائع ہوئی تھی اور وہ چھوٹے چھوٹے حصے جو اس سے پہلے بھی شائع ہوئے ہوں گے جن پر یہ کتاب مشتمل ہے۔ یہ کتاب منشی رام اگروال پریس لاہور سے شائع ہوئی تھی ــــ فوق نے خود بھی اس طرف اشارہ کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

'ڈاکٹر اقبال کے مختصر حالات اُن کی چند غزلوں کے ہمراہ اُن کی اجازت سے سب سے پہلے میں نے "بہارِ گلشن" کے نام سے ایک مختصر مجموعۂ اشعار میں چھاپے تھے۔ یہ ۱۸۹۸ء کا ذکر ہے۔"[۸]

فوق نے "گلشنِ نوبہار" میں اقبال کے بارے میں اپنے نوٹ میں اقبال کی عمر ۲۶ سال بتائی ہے جبکہ انہوں نے اپنی کتاب "مشاہیرِ کشمیر" طبع اوّل ۱۹۱۱ء کے صفحہ ۱۲۷ اور طبع دوم ۱۹۳۰ء کے

صفحہ ۱۰ پر اقبال کا سالِ ولادت ۱۸۷۵ء تحریر کیا ہے۔ اس لحاظ سے "گلشنِ نو بہار" کا سالِ اشاعت ۱۹۰۱ء بنتا ہے۔ فوق نے اپنے رسالے "کشمیری میگزین" لاہور کے اپریل ۱۹۰۹ء کے پرچے میں اقبال کے بارے میں ایک مضمون تحریر کیا تھا۔ "نیرنگِ خیال" لاہور کے ستمبر، اکتوبر ۱۹۳۲ء کے اقبال نمبر میں بھی فوق کا مضمون شائع ہوا تھا۔ فوق کی تصنیف "تاریخ اقوامِ کشمیر" جلد اوّل ۱۹۳۴ء میں شائع ہوئی تھی۔ اس میں اقبال کے آباد اجداد، ان کے خاندانی حالات، ذات اور گھر کے بارے میں تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ ان سب تحریروں میں اقبال کا سالِ ولادت ۱۸۷۵ء درج کیا گیا ہے یہ سب رسائل اور کتابیں اقبال کی زندگی میں شائع ہوئی تھیں۔

فوق مختلف معاملات میں اقبال سے مشورہ کرتے تھے۔ فوق کی کئی کتابوں کے بارے میں اقبال کی آراء ان کے خطوط میں موجود ہیں۔ کئی امور کے سلسلے میں فوق، اقبال سے تبادلۂ خیالات بھی کرتے تھے۔ یہ سب تفصیل فوق کے نام اقبال کے خطوط میں دیکھی جا سکتی ہے۔ یہ خطوط اقبال کے خطوط پر مبنی تمام کتابوں میں موجود ہیں۔

فوق کے نام ایک خط مرسلہ ۲۳۔ جولائی ۱۹۱۵ء میں اقبال لکھتے ہیں:

"ایک دفعہ آپ نے "کشمیری میگزین" میں میرے حالات شائع کیے تھے۔ اگر اس نمبر کی کوئی کاپی آپ کے پاس رہ گئی ہو تو ارسال فرمائیے۔ اگر پاس نہ ہو تو کہیں سے منگوا دیجیے"۔[9]

یہ شمارہ اقبال نے دیکھا ہوگا۔ "مشاہیرِ کشمیر" کے ملنے کی اطلاع اقبال کے اس خط میں موجود ہے جو انھوں نے فوق کو ۲۷۔ جولائی ۱۹۱۶ء کو تحریر کیا تھا۔ وہ لکھتے ہیں:

"کتاب "مشاہیرِ کشمیر" مل گئی ہے۔ شکریہ قبول کیجیے"۔[10]

اقبال نے فوق کے تحریر کردہ سالِ ولادت پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ البتہ انھوں نے اپنے بارے میں فوق کے لکھے ہوئے مضامین پر اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا۔

اس مقالے میں اقبال کی تاریخِ ولادت پر بحث کرنا مقصود نہیں۔ اس موضوع پر بہت سے محققین نے کام کیا ہے۔ اس ضمن میں فوق کی تحریروں کو بنیادی اور اہم حیثیت حاصل ہے۔ یہاں فوق کے بیان کردہ اقبال کے سالِ ولادت کی روشنی میں ان کی کتاب "گلشنِ نو بہار" کا سالِ اشاعت معلوم کیا گیا ہے۔ "گلشنِ نو بہار" میں فوق کی تحریر میں ملکہ وکٹوریہ کی وفات کا ذکر ملتا ہے اور اس نوٹ میں اقبال کے مرثیے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ ملکہ کا انتقال ۲۲۔ جنوری ۱۹۰۱ء کو ہوا تھا۔ اس دن

یومِ عید الفطر بھی تھا۔ مرثیے میں بھی اس کا ذکر موجود ہے۔ ؎

آئی اِدھر نشاط اُدھر غم بھی آ گیا[۱۱]

ان شواہد کی روشنی میں یہ بات قطعی طور پر درست ہے کہ یہ کتاب ۱۹۰۱ء میں شائع ہوئی تھی۔ اس لحاظ سے اقبال کے بارے میں یہ مختصر نوٹ پہلے سوانحی خاکے اور پہلی مطبوعہ تنقیدی رائے کا درجہ رکھتا ہے۔

اس سے پہلے "کشمیری میگزین" لاہور کے اپریل ۱۹۰۹ء کے شمارے میں فوق کے مضمون کو اقبال کے بارے میں لکھی گئی پہلی تحریر سمجھا جاتا تھا۔ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی اپنے مضمون "علامہ اقبال کی سوانح عمری کا مسئلہ" میں لکھتے ہیں:

"اقبال کے حالات پر سب سے پہلا مضمون محمد الدین فوق کا ہے جو اپریل ۱۹۰۹ء کے "کشمیری میگزین" میں چھپا۔ اقبال کی ابتدائی سوانحی کتابوں میں اکثر و بیشتر فوق ہی کے بیانات کو دہرایا گیا ہے۔ البتہ ۱۹۰۹ء کے بعد کے واقعات و حالات کو دوسرے ذرائع کی مدد سے مکمل کیا گیا ہے۔"[۱۲]

جسٹس ڈاکٹر جاوید اقبال نے بھی اس بات کی تائید کی ہے جس کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے۔ انہوں نے "زندہ رود" میں لکھا ہے کہ:

"نیرنگِ خیال" کے اقبال نمبر اور "تاریخ اقوامِ کشمیر" کی جلد دوم میں اقبال کا سالِ پیدائش ۱۸۷۶ء قرار دیا گیا ہے جو صحیح نہیں۔ البتہ "تاریخ اقوامِ کشمیر" کی جلد دوم کے صفحہ نمبر ۲۲۵ پر فوق نے لکھا ہے کہ اقبال کی وفات کے بعد ان کے عزیزوں کے حوالے سے معلوم ہوا ہے کہ اقبال کا سالِ ولادت ۱۸۷۳ء ہے۔ یہ کتاب جولائی ۱۹۴۲ء میں شائع ہوئی تھی لیکن اس بیان سے یہ اندازہ نہیں ہوتا کہ فوق نے اپنی پہلی رائے بدل لی تھی جبکہ جن کتابوں میں فوق نے سالِ ولادت ۱۸۷۵ء تحریر کیا ہے، ان کی اشاعت کے وقت اقبال بقیدِ حیات تھے۔"

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی اور جسٹس ڈاکٹر جاوید اقبال کے بعد عتیق صدیقی نے فوق کی مبینہ اوّلیت

کو باطل کر دیا۔ انہوں نے "خدنگِ نظر" لکھنؤ کے مئی ۱۹۰۲ء کے شمارے میں اقبال کے بارے میں شیخ عبدالقادر کا مضمون "اقبال" ڈھونڈ نکالا۔ عتیق صاحب لکھتے ہیں:

"شیخ عبدالقادر کا مضمون اقبال کی شاعری اور حیات پر لکھا جانے والا پہلا اور سیر حاصل مضمون ہے جو اردو شاعری کی بساط پر اقبال کے ورود کے ڈھائی تین سال بعد ہی لکھا گیا اور اب تک نظروں سے اوجھل تھا۔"[۱۲]

پاکستان میں عتیق کی اس تحقیق کا تذکرہ ڈاکٹر صدیق جاوید نے اپنے مضمون "تنقیدِ غالب میں اقبال کا حصہ" میں کیا ہے۔[۱۴] اب ۱۹۰۱ء میں فوق کی تحریر کی دستیابی سے پھر ایک بار یہ اوّلیت فوق کو حاصل ہوگئی ہے۔ اگرچہ یہ تحریر مختصر ہے مگر یہ پہلا مطبوعہ تاثر ہے جو اقبال کے بارے میں لکھا گیا ہے۔ اس مقالے میں فوق کی کتاب کا سالِ اشاعت معلوم کرنے کا جو طریقہ اختیار کیا گیا ہے وہ معیاری ہے اور اس لحاظ سے بھی قابلِ قبول ہے کہ ایسی مثالیں پہلے بھی ملتی ہیں۔ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی اپنے مضمون "علامہ اقبال کی سوانح عمری کا مسئلہ" میں لکھتے ہیں:

"سوانح عمریوں میں چراغ حسن حسرت کی "حیاتِ اقبال" اوّلیت کا درجہ رکھتی ہے۔ اس کتاب پر سنِ اشاعت درج نہیں البتہ کتاب کے صفحہ ۱۴ کے حاشیے کی عبارت: "یہ سطریں لکھتے وقت "ارمغانِ حجاز" چھپ رہی ہے" سے اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ یہ کتاب اقبال کی وفات (۲۱۔ اپریل ۱۹۳۸ء) کے چند ماہ بعد لکھی گئی۔"[۱۵]

یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ علامہ اقبال کے بارے میں سب سے پہلے مولوی احمد دین نے "اقبال" کے نام سے کتاب تحریر کی جو ۱۹۲۳ء میں شائع ہوئی۔ اس میں اقبال کے کلام کے علاوہ ان کی شخصیت اور فکر و فن پر بھی تبصرہ کیا گیا ہے مگر اقبال نے اس اشاعت کو پسند نہ فرمایا۔ اسی طرح ایک شخص منشی قمر الدین نے بھی اقبال کی نظمیں کتابی شکل میں شائع کیں۔ اقبال نے فوق کے نام اپنے ایک خط میں اپنے غصے کا اظہار کیا۔ وہ لکھتے ہیں:

"اس سے پیشتر میں اس شخص پر مقدمہ دائر کرنے کو تھا مگر مولوی ظفر علی خاں کے کہنے سے باز رہا۔ اس نے میری نظموں کو میری اجازت کے بغیر شائع کر دیا ہے۔ اب یہ سب معاملہ مولوی احمد دین وکیل کے سپرد

کیا ہے کہ اگر کوئی میرا کلام میری اجازت کے بغیر چھاپے تو اس پر دعویٰ کر دیا جائے۔[۱۶]

حیرت ہے کہ پھر مولوی صاحب نے خود ہی ایک کتاب علامہ اقبال کی اجازت کے بغیر شائع کی۔ ممکن ہے اس کتاب میں اقبال کا کلام شائع نہ ہوتا تو وہ اس قدر رنجیدہ نہ ہوتے۔ چونکہ مولوی احمد دین علامہ اقبال کے گہرے دوستوں میں سے تھے، انہوں نے جب علامہ اقبال کی خفگی کا سنا تو اپنی کتاب کی تمام کاپیاں اپنے سامنے جلا ڈالیں۔

اس واقعے کی علامہ اقبال کو خبر ہوئی تو انہیں بہت افسوس ہوا۔ پھر مولوی احمد دین نے "بانگِ درا" کی اشاعت کے بعد نئے سرے سے اپنی کتاب کو مرتّب کیا اور دوسری بار ۱۹۲۶ء میں شائع کر دیا۔ یہ سب تفصیل مشفق خواجہ کی مرتّب کردہ مولوی احمد دین کی کتاب "اقبال" میں ملتی ہے جو انہوں نے ایک مختصر مقدمے، مفصّل دیباچے اور بہت مفید حواشی و تعلیقات کے ساتھ شائع کی ہے۔[۱۷]

علامہ اقبال کے ضمن میں یہ تحقیقی بحث اگرچہ براہِ راست ہمارے موضوع سے متعلق نہیں لیکن اس بات کا فوق کے ساتھ کچھ نہ کچھ تعلق دکھائی دیتا ہے۔ مولوی احمد دین فوق کے بھی عزیز دوست تھے۔ مشفق خواجہ نے اپنے دیباچے میں مولوی احمد دین اور اقبال کے روابط کے حوالے سے فوق کا ذکر کیا ہے۔ مولوی صاحب کے ساتھ فوق کے روابط کا بھی تذکرہ کیا گیا ہے۔ مشفق خواجہ نے مولوی احمد دین کے احوال و آثار بیان کرتے ہوئے فوق کی تحریروں کو سامنے رکھا ہے۔ اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ فوق نے علامہ اقبال کے علاوہ دوسری متعدد شخصیات کے بارے میں لکھا ہے جو اپنی جگہ ایک خاص اہمیت رکھتا ہے۔ مشفق خواجہ لکھتے ہیں:

> "آج احمد دین کے بارے میں کوئی کچھ نہیں جانتا۔ ان کے مفصل حالاتِ زندگی تو کیا مختصر حالات بھی عام طور پر معلوم نہیں ہیں۔ اردو ادب کی تاریخوں میں کہیں ان کا نام نظر نہیں آتا۔ بعض مضامین اور ایک دو کتابوں میں ان کا ذکر اقبال کے ایک دوست کی حیثیت سے ضرور آیا ہے لیکن ان تحریروں سے احمد دین کے حالات پر کوئی روشنی نہیں پڑتی۔ محمد الدین فوق نے "تاریخ اقوام کشمیر" میں ان کے بارے میں چند سطریں لکھی ہیں، اس لیے نہیں کہ وہ ادیب تھے بلکہ

> اس لیے کہ وہ کشمیری تھے۔ "نقوش" کے لاہور نمبر میں مولوی محمد اسماعیل پانی پتی نے فوق کے بیان کو دہرا دیا ہے، اپنی طرف سے ایک لفظ کا اضافہ نہیں کیا"۔[۱۸]

احمد دین کا کشمیری ہونا فوق کے لیے کشش کا باعث ہوا ہوگا کہ ایک اہم لکھنے والا ان کا ہم خطہ ہے۔ علامہ اقبال کے بارے میں بھی یہی بات کہی جا سکتی ہے۔ اس جستجو میں کئی اور مقتدر شخصیات کا فوق نے سراغ لگایا۔ البتہ یہ بات اب بھی مبنی بر حقیقت ہے کہ سوانحی حالات کے حوالے سے "اقبال" ہی پہلی کتاب ہے۔ کیونکہ مولوی احمد دین نے زیادہ تر فکری اور فنی بحث کی ہے اور علامہ کے کلام کو بنیاد بنایا ہے۔

اقبال کے بارے میں اپنی باقاعدہ تحریروں کے علاوہ فوق اپنے رسالوں میں اقبال کی مصروفیات کے بارے میں رپورٹیں شائع کرتے رہتے تھے۔ انہوں نے زندگی بھر لوگوں کو اقبال کے کارناموں سے روشناس کرایا۔ انہوں نے اپنی خود نوشت "سرگذشت فوق" (غیر مطبوعہ) میں بھی جگہ جگہ اقبال کا ذکر کیا ہے۔ اس سے نہ صرف اقبال کے ساتھ فوق کے روابط کا اندازہ ہوتا ہے بلکہ مطالعۂ اقبال کے ضمن میں بھی ان تحریروں سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ یہ تحریریں ایک ماخذ کا درجہ رکھتی ہیں۔ اقبال کی سوانح پر لکھی جانے والی تقریباً تمام کتابوں میں فوق کا حوالہ موجود ہے جن میں سید نذیر نیازی کی "دانائے راز"، طاہر فاروقی کی "سیرتِ اقبال"، چراغ حسن حسرت کی "حیاتِ اقبال"، ڈاکٹر عبد اللہ چغتائی کی "اقبال کی صحبت میں"، عبد المجید سالک کی "ذکرِ اقبال"، ڈاکٹر عبد السلام خورشید کی "سرگذشتِ اقبال" کے علاوہ بھی کئی دیگر کتابوں میں فوق کی تحریروں سے استفادہ کیا گیا ہے۔ فوق کے عزیز دوست عبد اللہ قریشی نے فوق کی ان تحریروں کو اکٹھا کر کے کتابی صورت میں شائع کر دیا ہے۔ حیاتِ اقبال کے حوالے سے یہ ایک اہم کتاب ہے۔[۱۹] بلکہ اقبالیات کے مطالعے میں فوق سے استفادے کا سلسلہ اب تک جاری ہے۔[۲۰]

یہ تو فوق صاحب کی محبت تھی جو ان کے دل کی گہرائیوں سے نکل کر نوکِ قلم سے کاغذ کے صفحات پر پھول بکھیرتی رہتی تھی مگر یہ محبت یک طرفہ نہ تھی۔ اقبال بھی دل سے فوق کے قدر دان تھے اور اس کے اظہار میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرتے تھے۔ انہوں نے فوق صاحب کے ہر اچھے کام کی تعریف کی۔ اخباروں اور رسالوں کو مفید تر بنانے کے لیے کار آمد مشورے دیے۔ ان کی کتابوں کی تاریخیں لکھیں۔ تقریظیں لکھیں۔ اقبال اور فوق کے روابط کے حوالے سے کلیم اختر لکھتے ہیں:

"علامہ اقبال اور فوق کو اگر جنم جنم کا ساتھی کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا۔ دونوں کا خمیر ایک ہی مٹی سے اٹھا تھا۔ دونوں نے اسلام کے آفاقی نظریۂ حیات کی تبلیغ و اشاعت کی۔ دونوں ایک دوسرے کو اوائلِ عمر سے جانتے تھے۔ ان کا تعلق عمر بھر قائم رہا۔" [۲۱]

اقبال نے سید نذیر نیازی اور سلیمان ندوی کے بعد اگر کسی شخصیت کو بہت زیادہ خطوط لکھے تو وہ فوق ہیں۔ مولانا عبداللہ قریشی نے اپنی کتاب 'روحِ مکاتیبِ اقبال' کا انتساب فوق صاحب کے نام کیا ہے۔

۲۱۔ اپریل ۱۹۳۸ء کو علامہ اقبال انتقال فرما گئے۔

فوق کو ان کی جدائی سے بہت صدمہ پہنچا۔ وہ جب تک زندہ رہے اقبال کی موت کا ماتم کرتے رہے۔ ایک غزل میں ان کا ذکر اس طرح کرتے ہیں ؎

اجل اس مردِ حق آگاہ کو بھی لے گئی یا رب!
حقیقت کا جسے بھیجا بنا کر ترجماں تو نے
ہوئے جس مے سے اسرارِ خودی و بیخودی ظاہر
نہ پلوائی کبھی وہ مے مجھے پیرِ مغاں تو نے
کیا اے فوقؔ جاک اقبالؔ نے اسرار کا پردہ
جو باقی رہ گئے تھے کر دیے وہ بھی عیاں تو نے

ایک اور غزل میں کہتے ہیں ؎

قوم سے جاتا رہا وہ قوم کا اقبال بھی
فطرتِ حق کا جسے کچھ رازداں سمجھا تھا میں
یا اسے سمجھا تھا میں پیغمبرِ دینِ خودی
۱۹۳۸ء
با چراغِ محفلِ ہندوستاں سمجھا تھا میں [۲۲]
۱۹۳۸ء

اقبال اور فوق کے روابط کے ضمن میں فوق صاحب کے ایک دوست لکھتے ہیں:

"منشی محمد الدین فوق ایک پڑھے لکھے انشا پرداز اور شریف انسان

بزرگ تھے۔ آپ نے مولانا محمد حسین آزاد، مولانا شبلی نعمانی کا زمانہ بھی دیکھا اور ان محسنینِ اردو کی زیارت سے بھی مشرف ہوئے۔ آہ! بلبلِ کشمیر بھی اپنے ہمنواؤں سے جا ملا۔ فوق صاحب نہ صرف اقبالؔ کے ہم وطن تھے، ہم عمر بھی تھے۔ خطۂ کشمیر سے گہری وابستگی کے باعث ہر دو حضرات ایک دوسرے سے محبت رکھتے تھے۔ اکثر ادبی محفلیں دوش بدوش بسر کیں۔ فوق صاحب نے چونکہ ایک دو مرتبہ مجھے اقبال کا غیر مطبوعہ کلام سنایا تھا، چنانچہ انہوں نے غیر مطبوعہ چیزیں مجھے مرحمت فرمائیں جو اس کتاب میں شامل ہیں۔" [۲۲]

"اقبال اور کشمیر" کے نام سے تین کتابیں شائع ہوئی ہیں جو پروفیسر جگن ناتھ آزاد، ڈاکٹر صابر آفاقی اور سلیم خان گمی نے لکھی ہیں۔ ڈاکٹر صابر آفاقی کی کتاب اقبال اکادمی پاکستان نے شائع کی ہے۔ یہ تینوں کتابیں ۱۹۷۷ء میں شائع ہوئیں۔ ان کتابوں میں کشمیر کے حوالے سے اقبال اور فوق کی مشترکہ کوششوں کا تفصیل سے ذکر موجود ہے!

حواشی

۱۔۲۔ بشیر احمد ڈار: انوارِ اقبال: اقبال اکادمی طبع دوم: لاہور ۱۹۷۷ء: ص ۵۳۔۵۴

۳۔ محمد عبداللہ قریشی: حیاتِ اقبال کی گمشدہ کڑیاں، بزمِ اقبال: طبع اول ۱۹۸۲ء ص ۲۴۵

۴۔ سرگذشت فوق: قلمی نسخہ: ص ۱۲۰

۵۔ شیرازہ: فوق نمبر: ص ۲۲

۶۔ جاوید اقبال ڈاکٹر: زندہ رود، جلد اول، طبع اول ۱۹۷۹ء لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز: ص الف

۷۔ اقبال کے بارے میں پہلی مطبوعہ مختصر تعارفی تحریر ۱۹۰۱ء

۸۔ سرگذشتِ فوق: قلمی نسخہ: ص ۱۲۲

۹۔ بشیر احمد ڈار: انوارِ اقبال؛ لاہور، اقبال اکادمی پاکستان: طبع اول، مارچ ۶۷ء صفحہ ۵۹

۱۰۔ انوارِ اقبال: طبع اول ص ۶۲

۱۱۔ باقیاتِ اقبال: طبع اول: ص ۲۷

۱۲۔ سہ ماہی "اقبال" لاہور: اقبال نمبر، اپریل۔ جولائی ۱۹۷۷ء

۱۳۔ عتیق صدیقی؛ اقبال، جادوگرِ ہندی نژاد: نئی دہلی مکتبہ جامعہ لمیٹڈ: طبع اول اگست ۱۹۸۰ء: ص ۷

۱۴۔ سہ ماہی "اقبال ریویو" لاہور: جنوری ۱۹۸۴ء

۱۵۔ سہ ماہی "اقبال" لاہور: اقبال نمبر، اپریل۔ جولائی ۱۹۷۷ء

۱۶۔ "انوارِ اقبال": ص ۶۳

۱۷۔ مولوی احمد دین: اقبال (مرتبہ مشفق خواجہ) کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان: ۱۹۷۹ء

۱۸۔ ایضاً ص ۲۴

۱۹ محمد عبداللہ قریشی (مرتب): تذکارِ اقبال، لاہور؛ بزمِ اقبال: طبع اوّل ۱۹۸۸ء

۲۰ ڈاکٹر سید سلطان محمود حسین: اقبال کی ابتدائی زندگی؛ اقبال اکادمی پاکستان۔
طبع اوّل ۱۹۸۶ء: ص ۱۹

۲۱ کلیم اختر: اقبال اور مجدد الف ثانی، روزنامہ امروز لاہور: ۹ نومبر ۱۹۸۵ء

۲۲ محمد عبداللہ قریشی: اقبال اور ذوق، مجلّہ "اقبال"، بزمِ اقبال لاہور۔ اپریل ۱۹۶۹ء

۲۳ عبدالرحمٰن طارق: "جہانِ اقبال" لاہور: ملک دین محمد اینڈ سنز! طبع اوّل اپریل ۷۴ء
ص ۵۸۹

WWW.IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved. ©2002-2006